اردو تراجم قرآن کا ارتقاء-موضح الفرقان کا خصوصی مطالعہ

Development of Urdu Qur'ān Translations: A Special Study of Muwaḍḍiḥ al-Furqān

رشید احمد*

ڈاکٹر سعید الرحمٰن**

Abstract

Shah Waliyyullah's Persian translation of the Qur'ān became torch bearer for the scholars of next generations. His son Shah 'Abdul Qadir Dihlavi translated the Qur'ān into Urdu under the title Muwaḍḍiḥ al-Qur'ān, which made Qur'ān easy to be understood. Being first complete published work in the field, it gained great popularity among readers and scholars alike. After a century had passed, many words of this translation became redundant and difficult to be cognized by the next generation, a phenomena common in all languages except Arabic. Shaykh al-Hind, Maulana Maḥmūd Ḥasan worked on Muwaḍḍiḥ al-Qur'ān and prepared an updated version of it by replacing difficult words and otiose phrases and by making alterations in places where required. He named the new translation as Muwaḍḍiḥ al- Furqān. In this article a comparative analysis of the approach of both translaters along with some other translations has been made for the interest of general readers and specialists.

Keywords: Urdu Qur'ān translation, Shāh Abdul Qādir Dihlavī, Muwaḍḍiḥ al- Qur'ān, Muwaḍḍiḥ al- Furqān, Maulānā Maḥmūd Ḥasan (Shaykh al-Hind).

برصغیر کی عظیم شخصیت قطب الدین احمد المعروف بہ شاہ ولی اللہؒ[1] (1703-62)نے قرآنی علوم میں تحقیق کے نئے در کھولے، جس سے قرآن حکیم کی عصری معنویت مزید نکھر کر سامنے آئی[2]۔ وحی کے آغاز سے دین اسلام کے اولاً جزیرۃ العرب اور بعد ازیں بین الاقوامی غلبہ، اور تقریبا ایک ہزار سال کے مسلم عروج کے دور میں ہونے والے قرآنی علوم اور ان کے ارتقاء کا جائزہ لیتے ہوئے[3] قرآنی شعور اور اس کے مقاصد کو سمجھنے کے لئے "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر"[4] تصنیف کی، جو قرآنی علوم کے دائرہ کار اور قرآنی تفسیر کے اصول واضح کرتی ہے۔ ان اصول تفسیر کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ نے اپنے دور کی علمی و سرکاری زبان فارسی میں قرآنی تعلیم کو عام کرنے کے لئے "فتح الرحمن بترجمۃ القرآن"[5] کو تصنیف کیا۔[6]

امام شاہ ولی اللہ کی قرآنی فکر کو آگے بڑھانے میں آپ کے جانشین شاہ عبد العزیز دہلویؒ[7] نے "تفسیر عزیزی[8]" تحریر کرکے بنیادی کردار ادا کیا۔ تفسیر عزیزی میں آپ نے اپنے والد گرامی امام شاہ ولی اللہ کے اصول تفسیر اور رجحان فکر کے ساتھ ہی ہندوستانی معاشرہ اور اس کے تمدن کو پیش نظر رکھا۔ شاہ ولی اللہ کے دوسرے بیٹے شاہ رفیع الدین دہلوی[9] نے قرآن حکیم کا تحت اللفظ اردو ترجمہ کیا، آپ نے "تفسیر آیت النور"[10] تحریر فرماکر اپنے والد گرامی کے اسلوب تفسیر کو آگے بڑھایا۔ شاہ ولی اللہ کے ہی بیٹے شاہ عبد القادر دہلویؒ[11] نے ہندوستان کے معاشرتی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے والد گرامی کے اسلوب پر "موضح القرآن[12] "

* ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** پروفیسر، موسیٰ پاک شہید چیئر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

کے عنوان سے قرآن حکیم کا اردو میں ترجمہ کیا اور تفسیری فوائد لکھے۔

شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن نہ صرف بعد میں تمام قرآنی اردو تراجم کی اساس بن گیا بلکہ اس نے اُس زمانہ کی جدید زبان اردو میں بھی قرآن حکیم کی فکر سے راہنمائی کو آسان بنا دیا، ہر ایک عام وخاص کے لیے قرآن حکیم سمجھنا اور اس کے مطالعہ غور و فکر اور تدبر کے راستہ کھل گئے۔ اپنے والد محترم کے اصول ترجمہ قرآن کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

> "اس بندہ عاجز عبد القادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ بن عبد الرحیم محدث دہلوی ترجمہ فارسی کر گئے ہیں، سہل اور آسان، اب ہندی (اردو) زبان میں قرآن شریف کا کرے۔ الحمد للہ کہ 1205ھ میں یہ میسر ہوا۔.... اور اس کا نام موضح قرآن ہے ۔ یہی اس کی صفت ہے اور یہی اس کی 1205 تاریخ ہے"۔[13]

اسی طرح موضح القرآن کے مقدمے میں شاہ عبد القادر دہلویؒ چند امور کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جس سے اس ترجمہ قرآن کی خصوصیات واضح ہوتی ہیں۔

1. عربی سے اردو میں ترجمہ کرتے وقت مکمل طور پر لفظ بلفظ ترجمہ کا اہتمام کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ عربی اور اردو زبان کی ترکیب میں فرق ہے۔ اگر ترجمہ میں دونوں زبانوں کی ترکیب ایک رکھی جائے تو معانی سمجھنے میں دشواری پیدا ہو جائے گی۔ جبکہ ترجمہ کا مقصد تو آسانی پیدا کرنا ہے۔

i. جیسے عربی میں حروف جار کا استعمال ہوتا ہے، جیسے "لاریب فیه" کا تحت اللفظ ترجمہ "نہیں شک میں اس"۔ اس سے ترجمہ کا مقصد ادا نہیں ہوتا اس لیے "فی" حرف جار اور "ہ" ضمیر میں تقدیم و تاخیر ترجمہ میں ناگزیر محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح "عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ"[14] کا تحت اللفظ ترجمہ "اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں ان کے" چنانچہ مجموعہ الفاظ کا لحاظ رکھتے ہوئے ترجمہ "ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر"[15]

ii. مرکب اضافی کی مثال تحت اللفظ ترجمہ کی صورت میں "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ"[16] کا تحت اللفظ ترجمہ "مالک دن انصاف کا" مجموعہ الفاظ کا لحاظ رکھتے ہوئے ترجمہ، جس کا شاہ عبد القادرؒ نے اہتمام کیا" مالک انصاف کے دن کا"۔[17] یہاں دو اضافتیں جمع ہیں پہلی اضافت میں ترجمہ کے تقدیم و تاخیر کی ضرورت نہیں دوسرے میں ضرورت کے تحت ترجمہ کا لحاظ رکھتے ہوئے آگے پیچھے کر دیا۔

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحبؒ الفاظ کی بہت ہی معمولی تقدیم تاخیر کرتے ہوئے مجموعہ الفاظ کا مکمل لحاظ رکھتے ہیں۔

2. اردو زبان چونکہ مختلف زبانوں کا مجموعہ ہے۔ عربی اور فارسی زبان کی طرح نہیں ہے کہ اس میں پڑھنے والے کو جلد مہارت ہو جاتی ہے۔ تو ترجمہ کرتے وقت شاہ عبد القادر صاحب نے اردو کے نئے سے نئے الفاظ کے استعمالات کو پیش نظر رکھنے کی بجائے، مختلف ہم معنٰی الفاظ میں سے مناسب اور متعارف الفاظ کا چناؤ کیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والے کو دقت پیش نہ آئے۔

3. شاہ صاحب کے پیش نظر برصغیر کے عوام الناس کے لیے قرآن کی تفہیم آسان کرنا مقصود ہے نہ کہ لفظی۔ تاکہ وہ بآسانی قرآن کا معنٰی اور مراد سمجھ لیں۔[18]

مولانا اخلاق قاسمی کہتے ہیں کہ:

"شاہ عبد القادرؒ کے ترجمہ موضح القرآن میں اختصار و سہولت کے ساتھ ساتھ الفاظ قرآنی کی لفظی اور معنوی موافقت پائی جاتی ہے، آپ صرف لغوی معنی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس جگہ جو مراد ہوتی ہے وہ معنی لے کر آتے ہیں اور مقصود اصلی کا مکمل لحاظ رکھتے ہیں"۔[19]

موضح القرآن شیخ الہند مولانا محمود حسن کی نظر میں:

شیخ الہند موضح القرآن کی خصوصیات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"شاہ عبد القادر دہلویؒ ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہوتے ہیں مگر ہر مقام کے مناسب جدا جدا عنوان سے بیان فرماتے ہیں۔ جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے"۔[20]

''يُخَادِعُونَ الله وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ''۔[21]

"دغابازی کرتے ہیں اللہ اور ایمان والوں پر اور کسی کو دغا نہیں دیتے مگر آپ کو اور نہیں بوجھتے"۔[22]

اس آیت میں شاہ عبد القادر دہلویؒ '' يَشْعُرُونَ '' کا ترجمہ "بوجھتے" فرمارہے ہیں۔

''أَلَا إِنَّهم هم الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ''[23]

"سن رکھو وہی ہیں بگاڑنے والے پر نہیں سمجھتے"۔[24]

اس آیت میں شاہ عبد القادر دہلویؒ '' يَشْعُرُونَ '' کا ترجمہ "سمجھتے" فرمارہے ہیں۔

شاہ عبد القادرؒ کے فہم کی نزاکت ہے یہاں یشعرون کا ظاہری ترجمہ چھوڑ کر اس کا ترجمہ بوجھنا یعنی سوچنا فرماتے ہیں۔[25] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو ہندی کے فصیح سے فصیح تر الفاظ اور محاورات شاہ صاحب کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں اور شاہ صاحب جس محاورہ کو مناسب سمجھتے ہیں وہاں رکھ دیتے ہیں۔[26]

ایک صدی گزرنے کے بعد، زبان کے ارتقاء نے تقاضا کیا کہ ترجمہ کو جدید قالب میں ڈھالا جائے، اپنے دور کے متعارف الفاظ میں اس کو آسان کیا جائے۔ جس کی ذمہ داری شیخ الہند مولانا محمود حسن نے ادا کی۔

مولانا محمود حسن کے حالات زندگی پر اجمالی نظر:

مولانا محمود حسنؒ 1851 میں مولانا ذوالفقار علی[27] کے ہاں رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب حضرت عثمان غنیؓ سے جاملتا ہے۔[28] آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، ابتدائی علوم کے حصول کے بعد آپ کے والد ماجد نے آپ کو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ[29] کے سپرد کر دیا۔ 1868ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا تو محمود حسن نے اس میں پہلے شاگرد کی حیثیت سے داخلہ لیا اور وہاں سے 1873 میں تحصیل علوم سے فراغت ہوئی۔[30]

دارالعلوم ہی میں مدرسہ کے نصاب کی آخری درجہ کی کتابیں پڑھتے ہوئے تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ 1874ء میں باقاعدہ

معاون مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ آپ نے ایک سال تک بغیر کسی مشاہرہ کے یہ خدمت سرانجام دی۔ ایک سال بعد مدرس چہارم کی حیثیت سے آپ کو متعین کیا گیا۔ پھر آپ صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔[31] ایک عالم دین ہونے کے ساتھ آپ کی پوری زندگی برصغیر کی آزادی کے لیے سیاسی و سماجی جدوجہد سے بھی معمور ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں شیخ الہند کا لقب خلافت کمیٹی کی طرف سے دیا گیا۔[32]

شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی خدمات:

قرآنِ حکیم اور اس کی سیاسی، معاشی و سماجی تعلیمات سے معاشرہ کے مذہبی و عصری علوم کے نوجوانوں کو باشعور کرنے کے لئے اس دور کی عام فہم زبان اردو میں ترجمہ قرآن کی ضرورت تھی۔ اگرچہ مولانا اشرف علی تھانویؒ[33] اور دیگر علماء اردو میں ترجمہ کر چکے تھے۔ لیکن مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ترجمہ قرآن کے حوالے سے یہ رائے پائی جاتی ہے کہ اس میں مستعمل اردو خالص دہلوی ہے نہ خالص لکھنوی بلکہ اس پر اتر پردیش (انڈیا) کی اردو کا اثر غالب ہے مثلاً پاویں گے، جاوے گا، بتلایا وغیرہ۔ اس رائے کے ساتھ ساتھ تفسیر کے حوالے سے مستزاد یہ ہے کہ اس میں عربی فارسی کا غلبہ ہے۔ یعنی عام قاری کے لیے تکلیف ہے۔[34] مثلاً سورۃ التوبہ کی آیت 35 کے فائدہ میں مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ:

> ''مقصود آیت میں اس حساب کا ابطال ہے جس احکام شرعیہ میں اختلال یا غلطی ہونے لگے۔ البتہ چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے اس لیے اس کی حفاظت فرض علی الکفایہ ہے۔ پس اگر ساری امت دوسری اصلاح کو اپنا معمول بنالیوے جس قمری حساب ضائع ہو جاوے تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے لیکن خلاف سنت سلف ضرور ہے۔ اور حساب قمری برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے لابد افضل واحسن ہے''۔[35]

چنانچہ اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآنِ حکیم کی پُر حکمت آیات مبارکہ کا اس دور کی رائج اردو زبان میں پورا پورا اور صحیح ترجمہ کیا جائے، جس میں پر حکمت قرآنی آیات کے مطالب کا مکمل اظہار ہو۔ اردو کا ایسا ترجمہ جو لفظی ترتیب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بامحاورہ اور قرآنی احکامات کے اعتبار سے معنویت لیے ہوئے ہو۔

اس حوالہ سے مفتی عبد الخالق[36] آزاد رقم طراز ہیں کہ:

> ''یہ کام وہی کر سکتا ہے جو ایک طرف رائج اردو کے اسلوب اور اس کے محاورات سے پوری آگاہی رکھتا ہو، اور اس حوالے سے اہل زبان ہو، اور دوسری طرف قرآنِ حکیم کی نصوص میں موجود فصاحت وبلاغت اور اس کے بلند اسلوب سے آگاہ ہو، نیز قرآن حکیم کی آفاقی حکمت وسیاست کا بھرپور شعور رکھتا ہو۔ اس کام کے لیے سب کی نظریں شمس الائمہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی جانب تھیں''۔[37]

مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری[38] نے مولانا محمود حسن سے انتہائی اصرار کے ساتھ قرآنِ حکیم کا ترجمہ کرنے کے لیے کہا۔ مولانا سید میاں اصغر حسین کہتے ہیں کہ:

> ''بعض اہل علم کی استدعا اور بہت سی مصالح سے اور مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری کی نہایت آرزو دیکھ کر حضرت مولانا (شیخ الہندؒ) کو قرآنِ مجید کا ترجمہ کرنے کا خیال ہوا''۔[39]

علماء وقت کے پرزور اصرار پر شیخ الہند کی طبیعت اس طرف مائل ہوئی تو آپ نے اپنا مستقل ترجمہ قرآن پیش کرنے کی بجائے اپنے اسلاف کے ترجمہ قرآن کو جدید دور کی رائج زبان میں پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ جس کے حوالے سے شاہ عبد القادرؒ کے ترجمہ قرآن کا انتخاب کیا۔

شیخ الہندؒ کی موضح القرآن پر نظر ثانی:

شیخ الہند نے جب شاہ عبد القادر دہلویؒ کے ترجمہ کا گہرائی سے مطالعہ کیا تو اپنے دور کے حوالے کا جائزہ لیتے ہوئے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دور میں لوگوں کو کل دو مشکلات در پیش ہیں:

1. بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا۔
2. بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا۔

موضح القرآن میں گو الفاظ کا مختصر ہونا ترجمہ کی خوبی تھی مگر زمانہ کے حالات نے سہل پسند اور طبعی ذوق کی بدولت ایسے مفید و قابل قدر ترجمہ کے چھوٹنے کا اندیشہ پیدا کر دیا تھا۔ اس غور و احتیاط کے ساتھ حسب ذیل امور کو پیش نظر رکھا گیا۔

1. غیر مستعملہ الفاظ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لیے جائیں۔
2. اختصار و اجمال کو تدبر کے ساتھ کچھ کھول دیا جائے۔[40]

شیخ الہند فرماتے ہیں کہ ان دو امور کو عمل میں لانے سے شاہ عبد القادر دہلوی کا عظیم کام اپنے مقام پر موجود رہے گا اور اس کی روشنی سے برصغیر کے مسلمان استفادہ کرتے رہیں گے۔ شیخ الہند نے جب اس ارادے کا اظہار ترجمہ قرآن کا مطالبے کرنے والے احباب مخلصین کے سامنے رکھا تو سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا کہ مستقل ترجمہ کرنے سے بہتر ہے کہ موضح القرآن میں طالبین علم کے لئے جو مشکلات پیدا ہو گئی ہیں ان کو دور کر دیا جائے۔ ان بنیادوں کو سامنے رکھ کر آپ نے اس عمل کی تکمیل کے لیے عزم صمیم کر لیا۔ بقول "گویا دوشالہ میں کمبل سے جگہ جگہ رفو کرنے کا ارادہ کر دیا"۔[41]

شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ سے ترجمہ میں مشاورت:

شیخ الہندؒ نے اس شرط پر یہ کام شروع کیا تھا کہ شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ اس پر نظر ثانی فرمایا کریں گے۔ حضرت رائے پوریؒ نے اس شرط کو منظور کیا تھا۔ چنانچہ شیخ الہندؒ جتنا ترجمہ قرآن لکھتے حضرت اقدس رائے پوری کے پاس "رائے پور" لے آتے یا حضرت رائے پوریؒ دیوبند آجاتے تو ایسے موقعوں پر شیخ الہندؒ اپنا لکھا ہوا ترجمہ آپ کو سناتے تھے، یوں نظر ثانی کا کام ہوتا رہا۔ اس طرح تقریباً ایک تہائی قرآن کا ترجمہ مکمل ہوا۔

مولانا عبید اللہ سندھیؒ[42] کہتے ہیں کہ شیخ الہندؒ نے ہمیں ترجمہ کے چند اوراق دارالعلوم دیوبند میں سنائے، اصل میں تو آپ حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری کو ترجمہ سنا رہے تھے، اس طرح مجھے سننے کا شرف حاصل ہو گیا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ سنانے میں لگا، جس میں آپ نے شاہ عبد القادر دہلویؒ کے ترجمہ میں تبدیلیاں کر کے بتائیں، اور بتایا کہ ان کی کیا ضرورت ہے۔[43]

اسلاف کے اس تعلق کو علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ[44] یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"ہمیں حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہ کی عظمت شان کا صحیح اندازہ اس وقت ہوا جب حضرت شیخ الہند

رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ ترجمہ قرآن تحریر کرکے رائے پور لے جایا کرتے تھے، اور ترجمہ حضرت رائے پوری کو سناتے تھے، اس وقت ہم متنبہ ہوئے کہ حضرت رائے پوری کا کتنا اونچا مقام ہے، جو ان کی تواضع اور انکساری کی وجہ سے اب تک ہم سے پوشیدہ تھا"۔[45]

مولانا عبید اللہ سندھیؒ ترجمہ شیخ الہندؒ کی تاریخی حیثیت، حکیمانہ اسلوب اور اس کا تحریری پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عجمی زبانوں میں سب سے بہترین ترجموں کے مؤسسین خانوادہ شاہ ولی اللہ کے عظیم المرتبت حضرات کے ہیں۔ ہندوستان میں رائج اردو زبان کا سب سے بہترین ترجمہ موضح القرآن شاہ عبد القادر دہلوی کا تھا۔ شیخ الہند نے اگلے دور کی موافقت سے اس کی اردو میں اصلاح کر دی۔ اب اس ترجمہ نے دیگر ترجموں سے بے نیاز کر دیا، اس لیے کہ اس میں جو حکمت کے کلمات ہیں، وہ اپنے تاثیر کے مطابق ترجمہ کر دیے گئے ہیں۔ بقول "اس لیے کہ حکمت کو حکیم ہی کا دماغ سمجھ سکتا ہے"۔[46]

موضح الفرقان کے تکمیلی مراحل:

شیخ الہندؒ ترجمہ قرآن پر کام کر رہے تھے کہ برٹش سامراج خلافت عثمانیہ کے گرد گھیرا تنگ کرنے لگی تب آپ کو ترجمہ کا کام ملتوی کر کے جدوجہد آزادی کے لئے ہمہ تن مصروف ہونا پڑا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

> "جب ایک ثلث قرآن کا ترجمہ کر چکا تو بوجہ بعض عوارض ایسا طول طویل حرج پیش آیا کہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہو گئی۔ مگر بتوفیق الٰہی عین ایام حرج میں اتنا اطمینان نصیب ہو گیا کہ ترجمہ موصوف باطمینان 1334 میں پورا کر لیا"۔[47]

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اس سلسلہ فکر سے وابستہ افراد کے ہاں مذہب اور سیاست دو الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ قرآن راہ عمل بتلاتا ہے، اس کے عمل کا جب وقت آتا ہے تو پھر رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے سیاسی سرگرمیاں، میٹنگز، جلسے جلوس آگہی کی درسگاہیں بن جاتی ہیں[48]۔ جب فرشتہ موت آپ کے پاس آیا تو ان دنوں میں تحریک خلافت کی سرگرمیاں عروج پر تھیں۔

موضح الفرقان کی وجہ تسمیہ:

شیخ الہند نے اپنے ترجمہ کا نام "موضح الفرقان" رکھا۔ ترجمہ قرآن کی وجہ تسمیہ شیخ الہند کے نزدیک اس تمام کوشش اور جدوجہد کا مقصد شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ قرآن کی تسہیل و توضیح تھی۔ البتہ بعض جگہوں پر کچھ تبدیلیاں لائے ہیں۔ ان تبدیلیوں کے باعث اس کا الگ نام رکھنا پڑا، تاکہ اصل اپنی شناخت کے ساتھ باقی رہے، اس طرح التباس و اشتباہ سے پورا بچاؤ رہے گا۔ اس لیے شاہ صاحب کے ترجمہ کا نام موضح القرآن ہے، اور آپ نے اپنے ترجمہ کا نام موضح الفرقان رکھا۔ ان مساعی جمیلہ کے حوالہ سے شیخ الہند کا اپنا تبصرہ ہے:

> "(یہ تراجم) ایک کے ہیں ایک، اور ہیں دو کے دو۔ کہنے کو دو اور حقیقت میں ہیں ایک۔ مگر موضح القرآن میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی ہے۔ موضح الفرقان تاریخی نہیں، ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلف کے بعد تاریخی بھی ہو سکتا ہے"۔[49]

اس سے آپ کی انکساری اور اپنے اسلاف سے محبت اور اعتماد جھلکتا ہے۔ حالانکہ آپ بذات خود جید اور متبحر عالم دین، قرآن و حدیث و فقہ پر گہری نظر رکھنے والے اور نامی گرامی علماء و مشائخ، فقہاء و فضلاء، مفسرین و محدثین کے استاذ ہیں۔ آپ کی گفتگو کی عاجزی و

انکساری لائق دعوت ہے جس کا آج ہمارے معاشرے میں فقدان ہے کہ ہر طرف تکبر و غرور کا بازار سجا ہوا ہے اور اہل علم بھی "انا ولاغیری" کے دعویدار ہیں۔

موضح الفرقان کی خصوصیات:

شیخ الہند نے اکثر مقامات پر شاہ عبد القادر ہی کا اتباع کیا ہے۔ مناسب ہو گا کہ اس دور کے چند تراجم کا مثالوں کے ذریعہ ایک تقابل پیش کر دیا جائے تا کہ موضح الفرقان کی خصوصیات واضح ہو جائیں۔

سورۃ محمد کی آیت نمبر 20 ہے۔

القرآن: فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ

شاہ عبد القادر دہلوی: پھر جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا تو تو دیکھتا ہے جن کے دل میں روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوش مرنے کے وقت۔[50]

شاہ رفیع الدین دہلوی: پس جب اتاری جاویگی سورت ثابت اور ذکر کیا جاوے بیچ اس لڑائی کا دیکھے گا تو ان لوگوں کہ بیچ دلوں ان کے کے بیماری ہے دیکھتے ہیں طرف تیری جیسا دیکھتا ہے وہ شخص کہ بیہوشی آتی اور اوپر اس کے موت سے۔[51]

شیخ الہند مولانا محمود حسن: پھر جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا تو تو دیکھتا ہے ان کو جن کے دل میں روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے بے ہوش پڑا ہوا مرنے کے وقت۔[52]

مولانا اشرف علی تھانوی: سو جس وقت کوئی کوئی صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور (اتفاق سے) اس میں جہاد کا بھی (صاف صاف) ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری (نفاق کی) ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہوتی ہو۔[53]

سورہ بقرہ کی اس آیت میں شیخ الہندؒ بعینہ شاہ عبد القادر کے ترجمہ کو اختیار کرتے ہیں اور قتال کا معنی لڑائی ہی کرتے ہیں یہی ترجمہ شاہ رفیع الدین نے اختیار کیا ہے۔

قتال کی تشریح میں امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

قتل: اصل القتل ازالة الروح عن الجسد کالموت لکن اذا اعتبر بفعل المتولی لذالک یقال قتل واذا اعتبر بفوت الحیاة یقول موت۔[54]

قتل کا معنیٰ جسم سے روح کو زائل کرنے کے ہیں جیسا کہ انسان مر جاتا ہے۔ لیکن (کسی انسان کے مرنے میں) اس فعل کو سرانجام دینے والے کا اعتبار کیا جائے تو اسے قتل کہا جاتا ہے۔ اور اگر صرف روح کے فوت ہونے کا اعتبار کیا جائے تو اسے موت کہا جاتا ہے۔

جہاد کے متعلق امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ:

"والاجتهاد اخذ النفس ببذل الطاقة وتحمل المشقة، یقال جهدت رایی واجهدته اتعبته بالفکر، والجهاد المجاهدة استفراغ الوسع فی مدافعة العدو والجهاد ثلاثة اضرب: مجاهدة العدو والظاهر،

وجاهدة الشيطان، ومجاهدة النفس''۔[55]

''اجتہاد کے معنی کسی کام میں پوری طاقت صرف کرنا اور اس میں انتہائی مشقت اٹھانے پر طبیعت کو مجبور کرنا کے ہیں۔ کہا جاتا ہے جھدت رابي واجھدتہ میں نے غور و فکر کے لیے، تھکا دینے والی مشقت میں ڈالا۔ الجہاد والمجاھدۃ؛ دشمن کے مقابلہ اور مدافعت میں اپنی انتہائی طاقت اور وسعت خرچ کرنا۔ اور جہاد تین قسم پر ہے۔ ظاہری دشمن یعنی کفار سے جہاد کرنا۔ شیطان اور نفس سے مجاہدہ کرنا''۔

جبکہ مولانا تھانویؒ یہاں جہاد کا لفظ لاتے ہیں گویا ان کی نظر میں قتال جہاد یکساں مفہوم رکھتے ہیں حالانکہ قتال کا لفظ بالکل واضح ہے اس سے مراد لڑائی ہی ہوتا ہے، البتہ جہاد کا مفہوم اپنے معنٰی کے اعتبار سے وسعت رکھتا ہے[56]۔ نیز قوسین میں (اتفاق سے) کے اضافہ سے مولانا تھانویؒ کے نظریہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جہاد (بمعنی قتال) کا حکم مستقل نوعیت کا نہیں بلکہ کبھی کبھار اس کا اتفاق ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اس سورۃ کا عنوان سورۃ القتال بھی ہے جس سے اس سورۃ کے اساسی مضمون کی حیثیت واضح ہوتی ہے۔

سورۃ النازعات کی آیت نمبر 33 ہے:

القرآن:	مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ
شاہ عبد القادر دہلوی:	کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے۔[57]
شاہ رفیع الدین دہلوی:	فائدہ واسطے تمہارے اور واسطے چارپایوں تمہارے کے۔[58]
شیخ الہند مولانا محمود حسن:	کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے۔[59]
مولانا اشرف علی تھانوی:	اور تمہارے مویشیوں کے فائدہ پہنچانے کے لیے۔[60]

یہاں شیخ الہندؒ نے شاہ عبد القادرؒ کے ترجمہ کی مکمل متابعت کی ہے۔

امام راغب الاصفہانی فرماتے ہیں کہ:

''النعم مختص بالإبل، وجمعه أنعام وتسميته بذلك لكون الإبل عندهم أعظم نعمة، لكن الانعام تقال للإبل والبقر والغنم، ولا يقال لها أنعام حتى يكون في جملتها الإبل''۔[61]

''النعم کا لفظ خاص کر اونٹوں پر بولا جاتا ہے اور اونٹوں کو نعم اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ عرب کے لیے سب سے بڑی نعمت تھے اس کی جمع انعام آتی ہے۔ لیکن انعام کا لفظ بھیڑ بکری اونٹ اور گائے سب پر بولا جاتا ہے۔ مگر ان جانوروں پر انعام کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ بھی ان میں شامل ہوں''۔

چوپایہ؛ دو لفظوں کا مجموعہ ہے ''چو'' اردو کا لفظ ہے، جس کا معنی چار ہے بطور سابقہ کے استعمال ہوتا ہے۔ فارسی میں پایہ؛ اساس، تہ، مرتبہ، درجہ کے معنی میں آتا ہے، پائے؛ زیر یا نیچے، پاؤں کو کہتے ہیں۔ لفظ چوپایہ اردو میں اس کا معنی چار ٹانگوں کا مویشی ہے۔ لفظ چہار پایہ فارسی زبان میں چار ٹانگوں والے جانور کے لیے استعمال کیا جاتا ہے[62]۔

مولانا تھانویؒ مویشی کا لفظ لائے ہیں، اس لفظ کی اساس عربی ہے جو ''م ش ی'' کے مادہ سے ہے، جس کا معنی چلنا ہے۔ اس سے الماشیۃ: مویشی، اونٹ، گائے بکری، بھیڑ، اس کا اکثر اطلاق بھیڑ بکریوں پر ہوتا ہے۔ اسی سے المشٰی ہے: بہت مویشی والا ہونا۔[63]

چوپایوں کا لفظ چار ٹانگوں والے، باربرداری والے جانوروں اور گوشت اور دودھ والے جانوروں کے لیے استعمال ہوتا ہے، انسان کے لیے فائدہ توسب میں ہے باربرداری والے جانوروں میں بھی اور شرعی طور پر حلال جانوروں میں بھی۔ اب برصغیر کے وہ علاقے جہاں کے لوگوں نے قرآن حکیم کے اردو ترجمہ سے مستفید ہونا ہے وہاں مویشی کا لفظ عرف کے اعتبار سے مختلف معنوں میں لیا جاتا ہے، ایسے جانور جن کی فارمنگ کر کے گوشت، دودھ کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے، یعنی ان میں گدھا، گھوڑا شامل نہیں کیا جاتا۔ بعض جگہوں پر مویشیوں میں باربرداری اور شرعی حلال جانوروں کے ساتھ ساتھ مرغی، بطخ جیسی دو ٹانگیں رکھنے والے جانوروں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ لفظ انعام میں چوپایوں کا معنیٰ ہی صادق ہے۔

کام چلانے کے لفظ سے اشیاء کے حوالے سے ملکیت کے تصور کا اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ عبد القادر دہلویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کی نظر میں اشیاء پر ملکیت کا تصور مطلق نہیں ہے بلکہ کام چلانے کے ساتھ مقید ہے، لہٰذا اجارہ دارانہ ملکیت کا تصور لفظ متاع کے حوالے سے اجنبی ہے۔

اسی طرح شیخ الہند نے ترجمہ میں جس جگہ کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا یا اور کوئی تغیر کیا تو یہ ضرور لحاظ رکھا کہ اس کی نظیر اسلاف کے تراجم میں موجود ہونی چاہیے۔ جس موقع پر کوئی لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں شیخ الہند نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا، بلکہ اپنے اسلاف کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ اول موضح القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا اس کو استعمال میں لاتے ہیں۔ پھر شاہ عبد القادر دہلویؒ کی اردو تفسیر سے مناسب لفظ تلاش کر لیا یا مولانا رفیع الدین دہلویؒ کے ترجمہ میں یا فتح الرحمن میں حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 96 ہے:

القرآن:	إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا
شاہ عبد القادر دہلوی:	تحقیق پہلا گھر جو ٹھیرا لوگوں کے واسطے یہی ہے مکے میں ہے برکت والا۔[64]
شاہ رفیع الدین دہلوی:	تحقیق پہلا گھر مقرر کیا گیا واسطے لوگوں کے وہ جو بیچ مکہ کے ہے برکت والا ہے۔[65]
شیخ الہند مولانا محمود حسن:	بیشک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی جو مکہ میں ہے برکت والا۔[66]
مولانا اشرف علی تھانوی:	یقیناً وہ مکان جو لوگوں کے واسطے سب سے پہلے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے۔[67]

اس آیت میں شاہ عبد القادر دہلوی "وضع" کا ترجمہ "ٹھیرا" کرتے ہیں اور شاہ رفیع الدین "مقرر کیا گیا" کرتے ہیں شیخ الہند، شاہ رفیع الدین کے ترجمہ سے لفظ "مقرر" لاتے ہیں لیکن اسلوب کو بھی قائم رکھتے ہیں اور "مقرر ہوا" ترجمہ کرتے ہیں۔ وضع کا معنیٰ میں مولانا تھانوی بھی "مقرر کیا گیا" کا لفظ ہی استعمال کرتے ہیں۔ مولانا تھانوی کے ترجمہ میں نسبتاً طوالت موجود ہے، جو کہ الگ سے ایک انداز ہے۔

1. کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جہاں شیخ الہند نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ بدلا تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھا کہ لفظ ہلکا، سہل، محاورہ کے موافق اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہو اور جس جگہ ایسا لفظ نہیں ملا وہاں لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے۔ گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو۔[68]

بطور مثال سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 219 کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

القرآن: قُلِ الْعَفْوَ

شاہ عبد القادر دہلوی: تو کہہ جو افزود ہو۔[69]

شاہ رفیع الدین دہلوی: کہہ زیادہ حاجت سے۔[70]

شیخ الہند مولانا محمود حسن: کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے۔[71]

مولانا اشرف علی تھانوی: آپ فرما دیجئے جتنا آسان ہو۔[72]

شاہ عبد القادر دہلویؒ یہاں العفو کے ترجمہ میں فارسی زبان کا لفظ افزود استعمال کرتے ہیں۔ شاہ رفیع الدینؒ حاجت سے زیادہ کا لفظ لاتے ہیں، شاہ عبد القادر صاحب کے زمانہ میں فارسی کے الفاظ اردو میں عام مستعمل تھے جبکہ بعد میں متروک ہوتے گئے۔ اس لیے شیخ الہند یہاں آسان اور عام فہم انداز سے تبدیل فرماتے ہیں اوراجمال کو کھول کر بیان کرتے ہیں۔ یہاں مقدم سوال ہے کہ خرچ کرنے کے بارے میں تو جواب میں شیخ الہند سوال کی مناسبت سے اس کے موافق ترجمہ کرتے ہیں۔ اور مولانا تھانویؒ کے ترجمہ کے مطابق ہر فرد کی ذاتی صوابدید ہے کہ اسے جتنا آسان لگے دے دے، شیخ الہند کے ترجمہ سے ایک دستور العمل کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اپنے اخراجات سے جو بچے اسے خرچ کر دیا جائے۔

موضح القرآن کی مقبولیت:

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا ترجمہ قرآن ایک مقام اور اہمیت رکھتا ہے۔ اس ترجمہ کی اہمیت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اسے تین معروف تفسیروں میں شامل کیا گیا ہے۔

1. مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (1949-1885ء) نے اپنی تفسیر جو تفسیر عثمانی کے نام سے معروف ہے میں ترجمہ شیخ الہند کو بعینہ پیش کیا ہے۔
2. مولانا مفتی محمد شفیعؒ (1976-1897ء) کی تفسیر معارف القرآن کے زیر متن شیخ الہند کا ترجمہ قرآن موضح الفرقان ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ:

(شاہ عبد القادر دہلویؒ نے) "بڑے کمال کے ساتھ قرآن کے الفاظ کو اردو میں منتقل فرمایا ہے اور دوسرے ترجمہ میں تحت اللفظ کے ساتھ اردو محاورہ کی رعایت بھی جس کو حضرت شاہ عبد القادرؒ نے چالیس سال مسجد میں معتکف رہ کر پورا کیا ہے۔۔۔۔ مولانا محمود حسن نے اپنے وقت میں جب یہ دیکھا کہ اب بہت سے محاورات بدل جانے کی وجہ سے بعض مقامات میں ترمیم کی ضرورت ہے تو انہوں نے اسی ترجمہ کی یہ خدمت انجام دی جو "ترجمہ شیخ الہند" کے نام سے معروف و مشہور ہوا۔ احقر نے قرآن کریم کے زیر متن اسی ترجمہ کو بعینہ لیا ہے"[73]۔

1. مولانا عبید اللہ سندھی کی تفسیر المقام المحمود میں بھی ترجمہ شیخ الہند کو قرآن کریم کے زیر متن ترجمہ میں بعینہ لیا گیا ہے۔

خلاصہ کلام:

1. شیخ الہند نے اپنا مستقل ترجمہ قرآن پیش کرنے کی بجائے، شاہ عبد القادرؒ کے ترجمہ قرآن کا انتخاب کر کے اسے جدید دور کی

رائج زبان میں منتقل کیا۔ چنانچہ موضح القرآن، موضح الفرقان کا عکس جدید ہے۔ عصر جدید کے تقاضوں کی مطابق تبدیلیوں کے باعث یہ اپنی جگہ قرآنی علوم میں ایک مقام رکھتا ہے۔

2. شاہ عبد القادر دہلوی کا ترجمہ "موضح القرآن" جو 1205ھ میں مکمل ہوا تھا کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے سوا صدی گزرنے کے بعد نئے دور کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے "موضح الفرقان" کے نام سے 1334ھ میں مکمل کیا۔

3. موضح الفرقان کے تقریباً ایک تہائی حصہ پر شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ نے نظر ثانی فرمائی۔

4. شیخ الہندؒ معلم اور مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی و سماجی میدان عمل میں بھی متحرک تھے۔ انسانی حقوق کی ادائیگی کے قیام کے لیے آزادی کی جدوجہد کو بھی فرض قرار دیتے تھے، جس کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں۔ چنانچہ آپ نے ترجمہ قرآن کا چوتھائی حصہ مالٹا کی قید میں مکمل کیا۔

5. شیخ الہند نے ترجمہ قرآن میں اکثر مقامات پر شاہ عبد القادر کا ہی اتباع کیا ہے، اگر کوئی ترتیب یا لفظ بدلا تو حتی الامکان کوشش کی اس کی مثال اسلاف کے تراجم میں موجود ہو۔ جس کے لیے آپ نے شاہ ولی اللہؒ اور شاہ رفیع الدین دہلویؒ کے تراجم سے بھرپور استفادہ کیا۔

6. شیخ الہند مولانا محمود حسن نے "موضح الفرقان" میں "موضح القرآن" کے غیر مستعملہ الفاظ کی جگہ مستعملہ الفاظ اور اجمالی کلمات کو تفصیل سے بیان کر دیا۔

7. شیخ الہند نے ترجمہ میں سماج کی عصری تشکیل کے حوالہ سے اسلام کی مطلوبہ تعبیر کو بھی پیش نظر رکھا جس سے ترجمہ کی معنویت میں اضافہ ہو گیا۔

8. ترجمہ شیخ الہند "موضح الفرقان" اپنے دور کے اردو ترجموں میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے اور مقبول عام ہے۔ اس ترجمہ کو تین معروف مفسرین (مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ) نے اپنی تفاسیر میں قرآن کریم کے زیر متن ترجمہ میں بعینہ شامل کیا ہے۔

حواشی و حوالہ جات:

[1] شاہ ولی اللہؒ کا نام قطب الدین احمد تھا، والد کی طرف سے آپ کا سلسلہ حضرت فاروق اعظمؓ اور والدہ کی جانب سے حضرت فاطمہؓ سے سے ملتا ہے۔ آپ 21 فروری 1703ء کو پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں آپ نے تعلیم کا آغاز کیا، سات سال کی عمر میں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا، چودہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہوئی، پندرہ سال کی عمر میں آپ نے تمام عقلی و دینی علوم کی تکمیل کی۔ ندوی، ابوالحسن علی حسنی، سید، تاریخ دعوت و عزیمت، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنو، 2006۔ ج 5، ص 97۔

[2] شاہ صاحب کے اصول تفسیر کی خصوصیات:

شاہ ولی اللہ نے علوم پنجگانہ کی صورت میں قرآنی علوم سے استفادہ کا دائرہ کار متعارف کروایا۔ اس سے قرآنی علوم کی مقصدیت واضح ہو گئی۔ آپ نے واضح کیا کہ قرآن کیسا سماج تشکیل دینا چاہتا ہے۔ قرآن کے بیان کردہ سماج دشمن گروہوں، ان کے رویوں اور سدباب کے راستے واضح کیے۔ قصص الانبیاء کی ایسی تاویل فرمائی کہ وہ قصہ کہانیوں کے اسلوب سے نکل کر ہر دور کے لیے راہنمائی کا ذریعہ بن گئے۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے روح عصر کو سمجھنے کی افادیت بتلائی۔ تفسیر کے سابقہ اسلوب بیان کیے، نیز تفسیر کے میدان میں وسعت پیدا کی۔ حروف مقطعات کو سمجھنے کا طریقہ کار بتلایا۔ آپ نے قرآن حکیم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ اور ترجمہ قرآن کے اصول واضح کیے۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ:

"آج ہم جس زمانہ میں ہیں، اور جس ملک (برصغیر ہندوستان) میں ہم رہتے ہیں، مسلمانوں کی خیر خواہی کا تقاضہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ سلیس فارسی زبان میں روز مرہ محاورہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جائے، جس کی عبارت ہر قسم کے تصنع اور بناوٹ اور بڑائی سے پاک ہو اور اس میں قصص و واقعات اور غیر ضروری توجیہات و تشریحات کی بجائے آیات کا ترجمہ پیش کیا جائے، تاکہ عوام و خواص یکساں طور پر اس کو سمجھیں، اور چھوٹے بڑے ایک ہی نہج پر اس کا شعور حاصل کریں"۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مقدمہ فتح الرحمن بترجمۃ القرآن، تاج کمپنی، لاہور (ت،ن)؛ آزاد، عبدالخالق، مفتی، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ [ٹرسٹ] لاہور، سہ ماہی مجلہ شعور و آگہی، اکتوبر تا دسمبر 2009، جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 4۔ ص:19-6۔

[3] مجلہ شعور و آگہی، ص3۔ [6]

[4] یہ امام شاہ ولی اللہ کی معروف اصول تفسیر کی کتاب ہے۔ جس نے مفسرین کے لیے قرآن فہمی کو آسان بنادیا بالخصوص قرآن کی اساسی تعلیمات کی طرف متوجہ کیا ہے۔ جن میں علم تاویل قصص الانبیاء، علوم خمسہ، ترجمہ قرآن کا جامع اسلوب، علوم خواص القرآن، علم حل حروف مقطعات قرآنیہ پر راہنمائی فرمائی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، فارسی / عربی۔ فرید بک ڈپو، دہلی انڈیا (ت،ن) ص 165-163۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، قرآن حکیم کے ترجمہ کے اصول و قوانین اور ترجمہ نگاری کی روایت کا تسلسل، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، انڈیا، اگست ستمبر 2012، ص17-18۔

[5] یہ امام شاہ ولی اللہ کا ترجمہ قرآن ہے جو آپ نے فارسی زبان میں کیا، جو بعد کے مفسرین کے لیے اساس کا درجہ رکھتا ہے۔ جس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی خیر خواہی تقاضا یہ ہے کہ قرآن حکیم کا ترجمہ سلیس فارسی زبان میں روز مرہ محاورہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جائے۔ جس کی عبارت ہر قسم کے تصنع، بناوٹ اور خود نمائی سے پاک ہو، اور اس میں قصص و واقعات اور غیر ضروری توجیہات تشریحات کے بجائے آیات کا ترجمہ پیش کیا جائے، تاکہ عوام و خواص یکساں طور پر اس کو سمجھیں، اور چھوٹے بڑے ایک ہی نہج پر اس کا شعور حاصل کریں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مقدمہ فتح الرحمن بترجمۃ القرآن۔ قرآن حکیم کے ترجمہ کے اصول و قوانین اور ترجمہ نگاری کی روایت کا تسلسل، ص20۔

[6] مجلہ شعور و آگہی، ص3۔ 6۔

[7] امام شاہ عبدالعزیز دہلوی (1746 پیدائش) امام شاہ ولی اللہ کے بیٹے تھے۔ محدث اور مفسر، آزادی کے راہنما تھے۔ تفسیر عزیزی آپ ہی کا شاہکار ہے۔ ہندستان میں انگریز کے خلاف سب سے پہلے آزادی کا شعور دیا اور ایک عظیم تحریک کھڑی کی، جو تحریک بالا کوٹ کے نام سے مشہور ہے، جس کی ذمہ داری سید احمد شہید (1831-1786) کو سونپی۔ 1803 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف فتوی "ان الھند دار حرب" دیا۔ تاریخ دعوت و عزیمت۔ ج5، ص 346

[8] تفسیر عزیزی، امام شاہ عبدالعزیز کی تفسیر ہے۔ اپنے والد کی فارسی تفسیر فتح الرحمن کے اسرار ورموز سے آگاہ کرنے کے لیے تحریر کی۔ سورۃ فاتحہ، سورہ بقرہ، اور آخری دو پاروں پر مشتمل ہے۔ آپ کے ایک شاگرد آپ کے دروس قرآن کو ضبط تحریر میں لائے جو سورہ مومنون سے سورہ یٰس تک تقریبا سوا پانچ پاروں کی تفسیر ہے جو پنج پاروں کے نام سے مشہور ہے۔ قاسمی، اخلاق حسین دہلوی، مولانا، محاسن موضح قرآن، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص57۔

[9] آپ شاہ ولی اللہؒ کے دوسرے بیٹے ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز نے کی۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے بیمار ہونے کے بعد درس تدریس کا منصب سنبھالا۔ آپ نے 6 شوال 1233ھ کو وفات پائی۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا: "اب برادر یگانہ اور خلیق زمانہ کا وقت ہے، جو نسباً میرے حقیقی بھائی ہیں، اور فنون علم و ادب میں (جن کا لوگ مجھ سے انتساب کرتے ہیں) میرے شریک ہیں، وہ عمر میں مجھ سے کچھ ہی چھوٹے ہیں، مگر فن و حکمت میں میرے برابر ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان کی پرورش میرے ہاتھوں کی اور ان کی تکمیل کا مجھے ذریعہ بنا کر مجھ پر احسان کیا" تاریخ دعوت و عزیمت۔ ج5، ص 382۔

[10] رفیع الدین، شاہ، حکیم محقق، تفسیر آیۃ النور، ادارہ نشر و اشاعت، گوجرانوالہ، 1995۔

تفسیر آیت النور پر شاہ عبدالعزیزؒ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: "وہ چند دنوں کے سفر کے بعد واپس آئے تو مجھے ایک مختصر مگر قیمتی رسالہ کا تحفہ دیا، جو ایسے لطائف و نکات پر مشتمل ہے جن میں وہ منفرد ہیں اور ان سے پہلے انہیں کسی نے نہیں لکھا، ان کی یہ انفرادیت آیت نور کی تفسیر اور اس

کے اندر پوشیدہ معانی کی رونمائی کے سلسلہ میں ہے، میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ان کے بیانات ایسے حیرت انگیز ہیں، جن کے ذریعہ انھوں نے مغز سخن کو ظاہر کر دیا اور دلوں کے چراغ روشن کر دیئے اور اپنے اسلوب کی انفرادیت سے سعید روحوں کو تازہ دم کر دیا ہے"۔ تاریخ دعوت وعزیمت۔ ج 5، ص 383۔

[11] آپ شاہ ولی اللہ کے تیسرے بیٹے ہیں۔ آپ نے اپنے والد صاحب کے ترجمہ قران کے اسلوب کو بنیاد بناتے ہوئے قرآن کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ لغت اور الفاظ کے چناؤ میں بہت سی خصوصیات سموئے ہوئے ہے۔ اس سراپائے علم وفن کی وفات 1230ھ میں ہوئی۔ تاریخ دعوت و عزیمت۔ ج5، ص 387-386۔

[12] موضح القرآن عبد القادر، محدث دہلوی کا ترجمہ قرآن حکیم اور تفسیری فوائد ہیں، جو آپ نے چالیس سال میں مکمل کیے۔ جس کی تفصیل مقالہ کی زیریں سطور میں شامل ہے۔

[13] محاسن موضح قرآن، ص73۔ دہلوی، عبد القادر، شاہ، مقدمہ موضح القرآن۔

[14] سورہ بقرہ، 7۔

[15] ایضا۔ ص4۔

[16] سورہ فاتحہ: 3۔

[17] دہلوی، عبد القادر، شاہ، موضح القرآن، اویس کمپنی، لاہور (ت۔ن)، ص2۔

[18] شاہ عبد القادر صاحب فرماتے ہیں کہ :کلام پاک اس کی عربی زبان ہے اور ہندوستانی کو اس کا ادراک محال ہے۔ اس واسطے بندہ عاجز عبد القادر کو خیال آیا کہ جس طرح ہمارے والد بزرگوار حضرت شیخ ولی اللہ ابن عبد الرحیم محدث دہلوی ترجمہ فارسی کر گئے ہیں سہل اور آسان، اب ہندی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کرے۔

اول: یہ کہ اس جگہ ترجمہ لفظ بہ لفظ ضروری نہیں؛ کیوں کہ ترکیب ہندی (اردو) ترکیب عربی سے بہت بعید ہے، اگر بعینہ ترکیب رہے تو معنی مفہوم نہ ہوں۔

دوسرے: یہ کہ اس میں زبان ریختہ نہیں بولی؛ بلکہ ہندی (اردو) متعارف کی تاکہ بے تکلف دریافت ہو۔

تیسرے: یہ کہ ہر چند ہندوستانیوں کو معنی قرآن اس سے آسان ہوئے۔ لیکن ابھی استاد سے سند کرنا لازم ہے۔

محاسن موضح قرآن، ص73-72۔

[19] محاسن موضح قرآن، ص73-72۔

[20] شیخ الہند، محمود حسن، مولانا، مقدمہ، موضح الفرقان، دار التصنیف اکیڈمی کراچی، 1975-4۔

[21] سورۃ البقرۃ :9۔

[22] موضح القرآن، ص4۔

[23] سورۃ البقرۃ :12۔

[24] ایضا۔

[25] مقدمہ، موضح الفرقان، ص4۔

[26] محاسن موضح قرآن، ص97۔

[27] مولانا ذوالفقار علیؒ دیوبند سے تعلق رکھتے تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کی پیدائش کے وقت بسلسلہ ملازمت بریلی میں مقیم تھے۔ آپ کے والد گرامی دارالعلوم کی پہلی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ میاں، سید محمد، حضرت مولانا، علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز، لاہور، 2010، ص121۔

[28] عزیز الرحمن، مولانا مفتی، تذکرہ مشائخ دیوبند، مدنی دار التالیف، بجنور انڈیا، 1927، ص214۔

[29] مولانا محمد قاسم نانوتوی(1980-1832)قصبہ نانوتہ (ضلع سہارنپور، ریاست اترپردیش، انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد سہارنپور میں عربی صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی، پھر دہلی میں مولانا مملوک علی سے تعلیم حاصل کی۔ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ فلسفہ، ریاضی اور اقلیدس میں مہارت رکھتے تھے۔ ابتدائی ذریعہ معاش تصحیح کتب کا تھا۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی صحبت اٹھائی۔ 1857 کی جنگ آزادی میں قصبہ تھانہ بھون تحصیل شاملی (ضلع مظفر نگر، ریاست اترپردیش، انڈیا) کے محاذ سے جہاد میں شریک ہوئے۔ 1867 میں دارالعلوم دیوبند قائم کیا۔ آپ کی تمام عمر تعلیم و تعلم اور جدوجہد آزادی سے تعبیر ہے۔ (http://www.darululoom-deoband.com(19/02/2013۔

[30] اصغر حسین، سید میاں، حیات شیخ الہند۔ وفاق پریس، لاہور، 1977، ص20-17۔

[31] ایضاً، ص31-30۔

[32] شیخ الہند کی جدوجہد پر تفصیل کے لئے دیکھئے: حیات شیخ الہند، ص189۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مجلہ شعور وآگہی، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ [ٹرسٹ]لاہور، سہ ماہی، اکتوبر تا دسمبر 2009، شمارہ نمبر4۔3، جلد نمبر 1۔ محمد میاں، مولانا، اسیران مالٹا، زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور، 1999، ص73۔ میاں، سید محمد، حضرت مولانا، علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے، المخزن پرنٹرز، لاہور، 1992، ص91-190۔ مدنی، حسین احمد، شیخ الاسلام مولانا، نقش حیات (کامل دو جلد)، دارالاشاعت کراچی، (ت-ن)، ص69-659۔

[33] مولانا اشرف علی تھانوی(1943-1863) کی سوانح کے لئے دیکھیے: عزیزالحسن، عبدالحق، اشرف السوانح، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، 2006

[34] صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، ڈاکٹر (تدوین)، برصغیر میں مطالعہ قرآن، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 1999، ص209۔

[35] تھانوی، اشرف علی، حضرت مولانا، بیان القرآن، پاک کمپنی، 17۔ اردو بازار، لاہور، ص249۔

[36] مفتی عبدالخالق آزاد (پ-12 اکتوبر 1961) خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے پانچویں مسند نشین ہیں۔ حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رابع کے خلیفہ مجاز ہیں۔ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ کے علوم پر بہت گہری دسترس رکھتے ہیں۔ آپ "قطب عالم شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مشائخ رائے پور، احکام و مسائل رمضان المبارک، احکام و مسائل قربانی، سلسلہ عالیہ رحیمیہ کا طریقہ تربیت کے مصنف ہیں۔ القول الجمیل فی بیان سواءالسبیل (امام شاہ ولی اللہ)، سماجی انصاف اور اجتماعیت(غلام مصطفیٰ قاسمی)، خطبات و مقالات(مولانا عبید اللہ سندھی)، قرآنی شعور انقلاب(مولانا عبیداللہ سندھی) پر ترتیب جدید، تقدیم و تحقیق و تسہیل کا کام کیا ہے۔ آپ کی ادارت میں ماہانہ مجلہ "رحیمیہ" اور سہ ماہی تحقیقی مجلہ "شعور آگہی" شائع ہو رہا ہے۔ آپ کا مستقل قیام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور میں ہوتا ہے۔

[37] آزاد، عبدالخالق، مفتی، مجلہ شعور وآگہی، ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ [ٹرسٹ]لاہور، سہ ماہی، اکتوبر تا دسمبر 2009، شمارہ نمبر4۔3، جلد نمبر 1، ص35۔

[38] مولانا عبدالرحیمؒ رائے پوری(1919-1853) ضلع انبالہ (ریاست ہریانہ انڈیا) کے موضع تگری میں پیدا ہوئے۔ آپ قادریہ، مجددیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوری، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ کے بزرگ حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اجل اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ اجل اور جانشین ہیں۔ آپؒ نے رائے پور (ضلع سہارنپور، اترپردیش انڈیا) کے ایک باغ میں مستقل قیام فرمایا جو "گلزار رحیمی" کے نام سے مشہور ہوا۔ اس خانقاہ نے "خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور" کے نام سے شہرت پائی۔ آپ نے ہندوستان کی آزادی میں بنیادی اور مرکزی کردار ادا کیا اور ریشمی رومال جیسی بڑی بڑی تحریکات آزادی کی قیادت فرمائی۔ آزاد، عبدالخالق، مفتی، مشائخ رائے پور، دارالتحقیق والاشاعت لاہور، 2006، ص43۔

[39] حیات شیخ الہند، ص30۔

[40] مقدمہ موضح الفرقان، ص2۔

[41] ایضاً۔

[42] آپ کا سن پیدائش 10 مارچ 1872 ہے۔ آپ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں چیاں والی میں پیدا ہوئے۔ سکھ مذہب میں آپ کا نام بوٹا سنگھ ولد رام سنگھ ولد جسپت رائے ولد گلاب رائے تھا۔ 1887 میں مڈل کی تیسری جماعت (یعنی ہشتم) میں پڑھتے تھے کہ اظہار اسلام کے لئے گھر چھوڑ دیا۔

دارالعلوم دیوبند میں جید اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ امام شاہ ولی اللہؒ کی معرکۃ الآراء تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ "حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے پڑھی۔1895 میں حضرت شیخ الہند نے اجازت تدریس تحریر فرمادی۔ آپ شیخ الہند کی سیاسی جدجہد میں ہمیشہ ساتھ رہے۔ آپ 21 اگست 1944 کو بروز منگل بوقت ظہر وفات پاگئے۔ سندھی، عبید اللہ، مولانا، ذاتی ڈائری، مکی دار لکتب، لاہور، 1995، ص18؛ شاہ جہان پوری، ابو سلمان، ڈاکٹر، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی، حیات و خدمات، دارالکتاب، لاہور، 2007، ص248۔

[43] سندھی، عبید اللہ، مولانا، امالی عبیدیہ (مکتوبہ شیخ بشیر احمد بی اے لدھیانوی)، رتن پبلی کیشنز، اسلام آباد، 2006۔ ص194

[44] مولانا انور شاہ کشمیری(1875-1933)کشمیر کے علاقہ لولاب کے موضع دودھوں میں محمد معظم شاہ کے گھرپیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔1892میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔مختلف مدارس میں تدریسی خدمات سرانجام دینے کے بعد 1910میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس بن گئے۔1920میں صدر مدرس بنے۔بعد ازیں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے وابستہ ہوئے۔ شیخ الہند کی تحریک آزادی کے سرگرم کارکن تھے۔جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔غلام محمد کھچی،ڈاکٹر،انوارالسوانح،حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیری، حیات و خدمات،دارالکتاب ،لاہور،2010۔

[45] امالی عبیدیہ، ص206۔

[46] ایضاً، ص206۔

[47] عوارض و حرج سے مراد، جدوجہد آزادی کی مصروفیات اور مالٹا میں قید وبند ہے۔ جس کا ذکر حاشیہ 29 میں ہے۔ مقدمہ، موضح الفرقان، ص2۔

[48] شیخ الہندؒ انسانوں کو غلامی سے نکالنے اور ان کے حقوق کا نظام قائم کرنے کے لیے سیاسی جدوجہد کو دینی فریضہ قرار دیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ "اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی تمدنی اخلاقی و سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل و مکمل نظام رکھتا ہے جو لوگ کہ زمانہ موجودہ میں کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھ رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کیلئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک و صاف دامن پر ایک بدنما دھبہ لگاتے ہیں"۔ روزینہ پروین، جمعیۃ العلماء ہند، فیض الاسلام پریس، راولپنڈی، 1980۔ ص71

[49] مقدمہ، موضح الفرقان، ص7۔

[50] موضح القرآن، ص457۔

[51] دہلوی، رفیع الدین، شاہ، ترجمہ قرآن، قدرت اللہ کمپنی، لاہور (ت۔ن)، ص613۔

[52] شیخ الہند، محمود حسن، مولانا، ترجمہ قرآن، موضح الفرقان، دارالتصنیف اکیڈمی کراچی، 1975، ص660۔

[53] بیان القرآن، ص660۔

[54] الراغب الاصفہانی، ابو القاسم، الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان (ت۔ن)، کتاب القاف: 393۔

[55] المفردات فی غریب القرآن۔ کتاب الجیم، ص101۔

[56] جہاد کے معنی عموماً قتال اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں، مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے، "جہاد" کا لفظ "جہد" سے نکلا ہے، جہاد اور مجاہدہ، فعال اور مفاعلت کے وزن پر اسی جہد سے مصدر ہیں اور لغت میں اس کے معنی محنت اور کوشش کے ہیں۔ اسی کے قریب قریب اس کے اصطلاحی معنی بھی ہیں: یعنی حق کی بلندی اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ہر قسم کی جدوجہد، قربانی اور ایثار گوارا کرنا اور ان تمام جسمانی ومالی و دماغی قوتوں کو جو اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کو ملی ہیں، اس راہ میں صرف کرنا، یہاں تک کہ اس کے لئے اپنی، عزیز و قریب کی، اہل وعیال کی، خاندان و قوم کی جان تک کو قربان کر دینا اور حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کمر توڑنا، ان کی تدبیروں کو رائگاں کرنا، ان کے حملوں کو روکنا اور اس کے لئے جنگ کے میدان میں اگر ان سے لڑنا پڑے تو اس کے لئے بھی پوری طرح تیار رہنا، یہی جہاد ہے اور یہ اسلام کا ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے۔ یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرنا ضروری ہے، اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جہاد اور قتال دونوں ہم معنی ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، قرآن پاک میں وہ دونوں لفظ الگ الگ استعمال ہوئے ہیں، اس لئے جہاد فی سبیل اللہ [خدا کی راہ میں جہاد کرنا] اور قتال فی سبیل اللہ [خدا کی راہ میں لڑنا] ان دونوں لفظوں کے ایک معنی نہیں ہیں، بلکہ ان دونوں میں عام و خاص کی

نسبت ہے، یعنی ہر جہاد قتال نہیں ہے، بلکہ جہاد کی مختلف قسموں میں سے ایک قتال اور دشمنوں سے لڑنا بھی ہے۔ شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبی ﷺ، دارالاشاعت، کراچی، 2004، ج5، ص212، 211۔

[57] موضح القرآن، ص527۔

[58] ترجمہ قرآن (شاہ رفیع الدین)، ص710۔

[59] موضح الفرقان، ص760۔

[60] بیان القرآن، ص764۔

[61] المفردات فی غریب القرآن، کتاب النون، ص499۔

[62] فیروزدین، الحاج مولوی، فیروزاللغات، اردو (نیا ایڈیشن)، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، ت۔ن، ص539۔

[63] قاسمی، وحید الزمان، مولانا، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، کراچی (ت۔ن)، ص1558۔

[64] موضح القرآن، ص57۔

[65] ترجمہ قرآن (شاہ رفیع الدین)، ص73۔

[66] موضح الفرقان، ص79۔

[67] بیان القرآن، ص79۔

[68] مقدمہ، موضح الفرقان، ص7-6۔

[69] موضح القرآن، ص32۔

[70] ترجمہ قرآن (شاہ رفیع الدین)، ص40۔

[71] موضح الفرقان، ص43۔

[72] بیان القرآن، ص43۔

[73] محمد شفیع، مفتی، مقدمہ، معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی 14، 2008، ص69، 69۔